23

قبولیّت دُعا کے طریق

(فرمودہ ۔۲۱/ جولائی ۱۹۱۶ء)

تشہّد وتعوّذ وسورۂ فاتحہ اور مندرجہ ذیل آیت کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ○ (البقرۃ:۱۸۷)

مَیں نے پچھلے جمعہ کے خطبہ میں بیان کیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو مَیں اس امر کے متعلق کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ انسان کو دُعا کس رنگ اور کس طریق میں کرنی چاہیئے جس کے نتیجہ میں قبولیت کا وہ زیادہ امیدوار ہو۔ اور وہ کیا شرائط ہونے چاہئیں۔ جن کے مطابق کی ہوئی دعا خدا تعالیٰ کے حضور قبول ہو جائے۔ یوں تو اللہ تعالیٰ بادشاہ ہے اور ہم اس کی رعایا۔ کسی کی درخواست اور عرضی کو قبول کرنا بادشاہ کا اپنا کام ہے رعایا کا نہ یہ فرض ہے نہ کام ہے۔ اور نہ حق ہے کہ بادشاہ یا حاکم ضرور ہی اس کی درخواست کو قبول کرلے۔ اگر وہ ہر بات کو قبول کرلے اور ضرور قبول کرلے تو گویا وہ نوکر ہوا اور رعایا آقا۔ وہ خادم ہوا اور رعایا مخدوم۔ کیونکہ جو کسی کی ہر ایک بات ماننے کے لئے مجبور ہوتا ہے وہ آقا نہیں بلکہ خادم ہوتا ہے۔ آقا خادم کی بات ماننے کے لئے مجبور نہیں ہوتا۔ بلکہ مختار ہوتا ہے اس کے اختیار میں ہوتا ہے کہ چاہے تو قبول کرے اس کے لئے وہ مجبور نہیں ہوتا۔ اور چاہے تو ردّ کر دے اس سے اس پر کوئی الزام نہیں آتا۔ چونکہ خدا تعالیٰ نہ صرف آقا ہے اور ہم خادم بلکہ وہ مالک ہے اور ہم غلام۔ پھر وہ خالق ہے اور ہم مخلوق تو جبکہ خادم اور آقا کا تعلق بھی ایسا نازک ہوتا ہے کہ خادم کو کبھی یہ امید نہیں ہوسکتی کہ

میرآقا میری ہر بات کو ضرور ہی مان لے گا تو ایک انسان کس طرح خیال کرسکتا ہے کہ اس کی ہر ایک بات خدا تعالیٰ کو قبول کر لینی چاہیئے ۔اگر کوئی خادم یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کی ہر ایک بات اس کا آقا مان لیتا ہے تو اس کا یہ دعویٰ جھوٹا ہے۔خادم کو ہمیشہ خدمت کے مقام پر کھڑا رہنا چاہیئے۔اور اپنے رویہ طریق اور خیالات کو اسی حد میں محدود رکھنا چاہیئے۔جو اس کی خادمیّت کے مناسب ہے۔نہ کہ آقا بننا چاہیئے۔

پس کسی کا یہ امید کرنا یا ایسا خیال کرنا کہ اگر میری تمام دعائیں خدا قبول کرے اور کسی کو ردّ نہ کرے تب خدا خدا ہوسکتا ہے ورنہ نہیں۔اس طرح کی بات ہے کہ گویا نعوذ باللہ وہ انسان خدا ہے اور خدا اس کا بندہ۔یہ آقا ہے اور وہ خادم ۔یہ مالک ہے اور وہ غلام ۔کیونکہ جو کسی کی ہر ایک بات ماننے کے لئے مجبور ہوتا ہے وہ بندہ۔اور غلام ہوتا ہے نہ کہ منوانے والا خادم اور غلام ۔تو یہ امید کرنا ہی باطل ہے کہ میری تمام کی تمام دعائیں قبول ہو جانی چاہئیں یہ خیال کوئی جاہل سے جاہل اور نادان سے نادان انسان کرے تو کرے ورنہ دانا نہیں کرسکتا۔گو آج کل کے مسلمانوں میں سے بعض اسی قسم کے خیالات رکھتے ہیں۔بعض لوگ جو مجھے دعا کے لئے لکھتے ہیں انہیں جواب دیا جاتا ہے کہ انشاءاللہ دعا کی جائے گی ۔مگر کچھ عرصہ کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ ابھی تک وہ کام نہیں ہوا ۔معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے دعا نہیں کی ۔اب آپ ضرور دعا کریں۔ہم لکھتے ہیں ہمارا کام دعا کرنا ہے۔وہ کرتے ہیں آگے کام کرنا خدا کے اختیار میں ہے اس میں ہمارا کوئی دخل نہیں۔اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ آپ نے یہ کیا لکھ دیا۔آپ تو جو چاہیں خدا سے منوا سکتے ہیں۔پس ہمارا یہ کام بھی کروا دیجئے ۔تو اس قسم کے خیالات ہیں آجکل کے مسلمانوں کے جو اس جہالت کا نتیجہ ہیں جو ان میں پھیلی ہوئی ہے۔انہوں نے کسی کے بزرگ ہونے کے یہ معنی سمجھ رکھے ہیں کہ وہ نعوذ باللہ خدا سے بھی بزرگ ہے جو چاہے کروا سکتا ہے۔حالانکہ بزرگ کے اصل معنی یہ ہیں کہ وہ لوگوں میں سے بزرگ ہے جیسے کہتے ہیں کہ باپ کا بزرگ بیٹا۔یعنی سب سے بڑا بیٹا۔اس کے یہ معنی نہیں ہوا کرتے کہ وہ اپنے باپ سے بھی بزرگ ہے۔بلکہ یہ کہ دوسرے بھائیوں سے بزرگ ہے اسی طرح خدا کے بزرگ کے یہی معنے ہیں کہ اس کی مخلوق سے بزرگ ہے

اور خدا اوروں کی نسبت اس کی دعائیں زیادہ قبول کرتا ہے۔ جیسے گورنمنٹ کے اعلیٰ حکام ہوتے ہیں ان کی باتیں دوسروں کی نسبت بہت زیادہ مانی جاتی ہیں مگر یہ نہیں ہوتا کہ گورنمنٹ ان کی سب کی سب باتیں مان لے۔ تو یہ ایک باطل عقیدہ ہے جو پھیلا ہؤا ہے کہ خدا کو سب دعائیں قبول کر لینی چاہئیں۔

پچھلے جمعہ کے خطبہ میں جو مَیں نے یہ کہا تھا کہ ایسے طریق بتاؤں گا۔ جن سے دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اس سے شاید کسی کے دل میں یہ بات آئی ہو کہ اگلے جمعہ میں کوئی ایسی ترکیب بتا دی جائے گی جس سے جو چاہیں گے خدا تعالیٰ سے منوا لیں گے اور اب یہ سُنکر کہ خدا تعالیٰ ہر ایک دعا قبول کرنے کے لئے مجبور نہیں ہے اور نہ ہی کسی عقلمند کو یہ خیال کرنا چاہئیے کہ اسکی تمام دعائیں قبول ہو جائیں گی۔ کوئی کہہ دے کہ پہاڑ کھودنے سے چوہا ہی نکلا ہے۔ یعنی جب کسی بڑی چیز کی امید ہو اور بہت چھوٹی چیز حاصل ہو تو یہی کہا جاتا ہے۔ پس اگر کسی نے یہ خیال کیا تھا کہ اگلے خطبہ جمعہ میں کوئی ایسا طریق بتا دیا جائے گا۔ جس سے جو بات چاہیں گے خدا سے قبول کروا لیں گے تو وہ اپنے دل سے اس کو نکال دے کیونکہ یہ کفر ہے اور یہ بات نہ میرے ذہن میں آئی اور نہ ہی کسی ایسے انسان کے ذہن میں آسکتی ہے جو خدا تعالیٰ کی عظمت۔ جلال اور قدرت سے واقف ہے۔ میرا مدعا تو یہ تھا کہ ایسا طریق بتایا جائے جس سے نسبتًا خدا تعالیٰ زیادہ دعائیں قبول فرما لے۔ یہ ہرگز نہیں تھا کہ مَیں کوئی ایسا گُر جانتا ہوں یا بتا سکتا ہوں یا یہ کہ میرا عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے انسان جو چاہے منوا سکتا ہے۔

پس میں پہلے اس بات کو صاف کرنا چاہتا ہوں کہ مَیں قطعًا کوئی ایسا گُر نہیں جانتا کہ جس سے آقا خادم اور خادم آقا بن جائے۔ خالق مخلوق ہو جائے اور مخلوق خالق۔ مالک غلام قرار پا جائے اور غلام مالک۔ کیونکہ آقا۔ آقا ہی ہے اور غلام غلام۔ خدا تعالیٰ ازل سے آقا ہے۔ خالق ہے۔ مالک ہے۔ رازق ہے۔ اور ہمیشہ اسی طرح رہا ہے اسی طرح رہے گا۔ انسان ہمیشہ سے خادم۔ مخلوق اور مملوک رہا ہے اور اس کی یہی حالت ہمیشہ رہے گی۔ حتیٰ کہ جنت میں جب اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج پر ہوگا تو بھی یہی حالت ہوگی۔ تو اس قسم کا خیال کفر ہے۔ اور مَیں ہرگز ہرگز اس کا قائل نہیں۔ ہاں ایسے رنگ اور طریق ضرور ہیں کہ

جن سے انسان اللہ تعالیٰ کو خوش کر کے جہاں تک آقا اور مالک خالق اور مخلوق مالک اور مملوک کا تعلق ہے اپنی بات منوا سکتا ہے جیسے ایک بچہ اپنے باپ سے اور شاگرد اپنے استاد سے منوا لیتا ہے مگر ایسا کوئی بچہ نہیں ہوسکتا جو باپ سے اپنی ہر بات منوا لے اور نہ ایسا کوئی شاگرد ہوسکتا ہے جو استاد سے جو چاہے منظور کروالے۔ کوئی جاہل اور نادان باپ یا استاد ہر ایک بات مان لے تو یہ ایک الگ بات ہے جیسا کہ کہتے ہیں کسی پٹھان نے اپنے لڑکے کو پڑھانے کے لئے ایک استاد رکھا تھا ایک دن استاد نے لڑکے کے سبق یاد نہ کرنے پر اسے سخت پیٹنا شروع کر دیا۔ لڑکا تو تلوار لے کر مارنے پر آمادہ ہوگیا۔ استاد بیچارہ جان بچانے کے لئے بھاگا۔ وہ اس کے پیچھے دوڑا۔ راستہ میں لڑکے کا باپ مل گیا۔ استاد صاحب نے سمجھا کہ اب جان بچ جائے گی۔ اس لئے اس کے پاس جا کر کہنے لگا دیکھئے آپ کا لڑکا مجھے قتل کرنا چاہتا ہے اس کو روکیئے۔ اس نے کہا کہ بھاگو مت۔ ٹھہر جاؤ۔ میرے بیٹے کا یہ پہلا وار ہے خالی نہ جانے پائے۔ تو کوئی بیوقوف ہی ایسا کر سکتا ہے نہ کہ عقلمند۔ پس مَیں جو دعاؤں کے قبول ہونے کا طریق بتاؤں گا وہ ایسا ہی ہوگا کہ جس سے خدا زیادہ دعائیں قبول کرلے گا نہ ایسا کہ ہر ایک دعا کو قبول کرلے گا۔

پہلا طریق جس سے دعائیں قبول ہوتیں اور کثرت سے خدا تعالیٰ سنتا ہے وہ تو اس قسم کا ہے کہ ہر ایک انسان اسے اختیار نہیں کرسکتا۔ بلکہ خاص خاص انسان ہی اس پر چل سکتے ہیں کیونکہ وہ انسان کے کسب سے متعلق نہیں بلکہ اس کے رتبہ اور مرتبہ سے تعلق رکھتا ہے اس مرتبہ کا جو انسان ہوتا ہے اس کی نسبت تو مَیں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ اسکی ہر ایک دعا قبول ہو جاتی ہے۔ ابھی مَیں نے اس بات سے انکار کیا تھا کہ انسان کی ہر ایک دعا قبول نہیں ہوتی۔ مگر اب مَیں نے کہا ہے کہ اس مرتبہ کے انسان کی ہر ایک دعا قبول ہو جاتی ہے ان دونوں باتوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن جب مَیں یہ بتاؤں گا کہ وہ مرتبہ کیا ہے تو آپ لوگ خود بخود سمجھ جائیں گے کہ کوئی اختلاف نہیں ہے۔

مَیں نے اس مرتبہ اور مقام کا نام آلہ یعنی ہتھیار رکھا ہؤا ہے جس کے ہاتھ میں ہتھیار ہو وہ اسے جہاں چلائے چلتا ہے اور اگر وہ ہتھیار ضرب نہ لگائے تو اس کا قصور نہیں ہوتا بلکہ چلانے والے کا ہوتا ہے لیکن کوئی چلانے والا یہ کبھی

نہیں چاہتا کہ وہ کوئی ہتھیار چلائے اور وہ نہ چلے بلکہ وہ یہی چاہتا ہے کہ مَیں جہاں بھی چلاؤں وہیں چلے۔اسی طرح انسان پر ایک ایسا وقت آتا ہے جبکہ وہ خدا کے ہاتھ میں بطور ہتھیار کے ہوجاتا ہے۔ وہ نہیں کھاتا۔ جب تک کہ خدا اسے نہیں کھلاتا۔ وہ نہیں پیتا۔ جب تک کہ خدا اسے نہیں پلاتا۔ وہ نہیں سنتا جب تک کہ خدا اسے نہیں سُناتا۔ وہ نہیں جاگتا جب تک کہ خدا اسے نہیں جگاتا۔ وہ نہیں سوتا جب تک کہ خدا اسے نہیں سُلاتا۔غرضیکہ اس کی ہر حرکت اور ہر سکون اللہ تعالیٰ کے لئے اور اسی کے اختیار میں ہوتی ہے۔ایسا انسان جو دعا کرتا ہے وہ قبول ہوجاتی ہے کیونکہ وہ اس کی نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے اس کے کرنے کا حکم ہوتا ہے۔اس لئے کرتا ہے اور اس کی دعا کا قبول کرلینا خدا تعالیٰ کی شان کے خلاف نہیں ہے کیونکہ جو دعا مانگی جاتی ہے۔ وہ دراصل خدا ہی نے منگوائی ہوتی ہے۔ پس چونکہ مانگنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے اور دینے والا بھی اللہ ہی۔اس لئے وہ ضرور قبول ہوجاتی ہے اور ممکن نہیں کہ قبول نہ ہو مثال کے طور پر دیکھئے۔

جب کوئی حاکم اپنے ماتحت کام کرنے والوں کا معائنہ کرنے آتے ہیں تو ماتحت اپنی ضروریات کو ان کے سامنے پیش کرتے ہیں۔مثلاً فرض کرو ایک ڈپٹی کمشنر تحصیل میں آیا۔اور تحصیلدار نے اپنی ضروریات اس کے سامنے پیش کیں کہ فلاں چیز کی ضرورت ہے فلاں سامان خریدنا ہے۔فلاں کام کروانا ہے وغیرہ وغیرہ۔ وہ اس میں سے کچھ مان لے گا اور کچھ ردّ کردے گا لیکن کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ ڈپٹی کمشنر خود کوئی ضرورت دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ چیز بھی ہونی چاہیئے اس کے لئے تحصیلدار کو کہتا ہے کہ اس چیز کی منظوری حاصل کرنے کے لئے رپورٹ کردو۔ وہ رپورٹ کردیتا ہے اب یہ کبھی نہ ہوگا کہ ڈپٹی کمشنر اس رپورٹ کو ردّ کردے یا نامنظور کردے کیونکہ اس کے متعلق وہ خود کہہ گیا تھا کہ کرو۔اسی طرح خدا تعالیٰ بھی اپنے بندے کی زبان پر خود دعا جاری کرتا ہے۔ پس جب خود کرتا ہے تو پھر اسے ردّ نہیں کرتا۔ یہ اس بندے کے قرب اور درجہ کے اظہار کے لئے ہوتا ہے اور اگر وہ کوئی اور دعا کرنے لگے تو خدا تعالیٰ اس کے دل اور دماغ پر ایسا تصرّف کرلیتا ہے کہ اس کے منہ سے وہ کلمات ہی نہیں نکلتے۔ جو وہ نکالنا چاہتا تھا بلکہ ایسے کلمات نکلتے

ہیں جو قبول ہونے والے ہوتے ہیں۔تو ایسے انسانوں کے دعا کرنے کے دو۲ طریق ہوتے ہیں۔ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام یا کشف یا وحی یا رؤیا کے ذریعہ سے انہیں بتا دیا جاتا ہے کہ یہ دعا مانگو۔دوسرا یہ کہ اگر وہ کوئی ایسی دعا مانگنے کی نیت کرے جو قبول نہ ہونے والی ہو تو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسا تصرّف ہوتا ہے کہ ان کی نیت بالکل بدل جاتی اور یہ خواہش ہی بالکل جاتی رہتی ہے کہ دعا کرے پھر جو الفاظ اور جو طریق اس دعا کے کرنے کے لئے اس کے مدِّ نظر ہوتا ہے وہ بھول جاتا ہے اور زبان سے خدا کی طرف سے بنے بنائے الفاظ جاری ہو جاتے ہیں جس سے خود بھی حیران رہ جاتا ہے۔کہ مَیں کہنا کیا چاہتا تھا اور کہہ کیا رہا ہوں اس قسم کی دعا میں وسعت بھی بہت زیادہ ہوتی ہے اتنی کہ دو۲ دو۲ گھنٹے گزر جاتے ہیں مگر انسان سمجھتا ہے کہ کوئی پانچ چھ منٹ ہوئے ہونگے۔وقت گزرتے ہوئے بھی پتہ نہیں لگتا کیونکہ وہ ایسا محو ہوتا ہے کہ اس دنیا سے اس کا دل و دماغ بالکل کھنچ جاتا ہے۔اور صرف خدا ہی خدا اسے نظر آتا ہے۔مگر یہ کوئی ایسا طریق نہیں ہے جس کے متعلق ہر ایک انسان کو کہہ دیا جائے کہ اس طرح کیا کرو۔کیونکہ یہ مرتبہ سے تعلق رکھتا ہے جس کا پانا کسی انسان کے اپنے اختیار میں نہیں۔پس جبکہ یہ انسانی اختیار میں ہی نہیں تو اس پر عمل کرنا یا کر سکنے کے کیا معنے؟ اس لئے مَیں یہ طریق بھی نہیں بتاؤں گا بلکہ وہ بتاؤں گا جس میں بندے کا اختیار اور تصرف ہو۔لیکن اس سے یہ نہیں ہوگا کہ ساری کی ساری دعائیں قبول ہو جاتی ہیں بلکہ یہ کہ زیادہ قبول ہوتی ہیں۔

پس سب سے پہلا طریق جو مَیں بتانا چاہتا ہوں۔وہ اسی آیت میں ہے جو مَیں نے ابھی پڑھی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ۝ میرے بندے جب میری نسبت سوال کریں۔یعنی کہیں کہ خدا کس طرح دعا قبول کرتا ہے تو کہو فَإِنِّي قَرِيبٌ۔مَیں سب سے بہتر مدّعا کو پورا کرسکتا ہوں۔کیونکہ میری ایک صفت یہ بھی ہے کہ مَیں ہر ایک چیز کے قریب ہوں۔دعا کرنے والے کے بھی۔اور جس مدعا کے لئے دعا کی جائے اس کے بھی۔

یہاں ایک سوال ہوسکتا تھا۔اور وہ یہ کہ ہر ایک قریب ہونے والا تو فائدہ

نہیں اٹھا سکتا۔ ایک چپڑاسی بادشاہ کے دربار میں جاتا ہے لیکن وہ ایسا نہیں کرسکتا کہ کسی کرسی پر بیٹھ سکے۔ اسی طرح چتر اٹھانے والا وزیر سے بھی زیادہ بادشاہ کے قریب بیٹھا ہوتا ہے مگر کیا وہ وزیر کی کُرسی پر بیٹھنے کی جرأت کرسکتا ہے ہرگز نہیں تو انسان خدا کے نزدیک ہونے سے یہ تو نہیں ہوسکتا کہ خدا تعالیٰ اس کی دعا بھی قبول کرلے گا اور وہ اس وجہ سے فائدہ حاصل کرلے گا۔ اس کے متعلق خدا تعالیٰ نے ایک ایسا گُر بتایا ہے جس میں اس سوال کا جواب بھی آجاتا ہے اور جو عام طور پر فطرتِ انسانی میں کام کرتا نظر آتا ہے اور وہ یہ کہ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ۔ تم میری ہر ایک بات مان لیا کرو۔ اور جو حکم ہم نے تمہارے لئے بھیجے ہیں۔ ان پر عمل کرو۔ اور اپنے تمام حرکات وسکنات کو شریعت کے ماتحت لے آؤ تو پھر تمہاری دعا میں قبولیّت بہت بڑھ جائے گی کیوں؟ اس لئے کہ خادم کو انعام اس وقت ملا کرتا ہے جبکہ آقا خوش ہوتا ہے۔

اگر کوئی خادم اپنے آقا کو ناراض کر کے مانگتا ہے تو محروم رہتا ہے اس طرح کبھی کسی کو انعام نہیں ملا کرتا۔ کیونکہ ناراضگی کا وقت ایسا نہیں ہوتا جبکہ انعام و اکرام دیا جائے۔ چھوٹے بچوں ہی کو دیکھ لو۔ انہیں کوئی سمجھ نہیں ہوتی لیکن اگر ماں باپ سے کچھ مانگنے آئیں اور انہیں غصّہ میں دیکھیں تو چپکے ہوکر الگ بیٹھ جاتے ہیں۔ لیکن جب خوشی میں دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ چیز لے دو۔ وہ لے دو۔ تو بچے بھی سمجھتے ہیں۔ کہ غصّہ میں ہماری بات نہیں مانی جائے گی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کوئی بلا وجہ نہیں ہؤا کرتی۔ اسی وقت ہوتی ہے جبکہ اس کے احکام کی خلاف ورزی کی جائے۔ پس دعا میں قبولیت حاصل کرنے کا ایک رنگ یہ ہے کہ انسان اپنے اعمال پر غور کرے کہ کوئی فعل اس سے شریعت کے خلاف تو نہیں ہوگیا۔ ہر ایک کام جو وہ کرے شریعت کے ماتحت کرے جب یہ حالت پیدا ہوجائے گی تو اس کی دعا قبول ہوجائے گی۔ جس طرح ایک محنتی طالب علم جو اچھی طرح سبق یاد کر کے لاتا ہو۔ استاد کے نزدیک اس کی بات زیادہ مانی جاتی ہے بہ نسبت اس لڑکے کے جو یاد کر کے نہ لاتا ہو۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ اگر طلباء نے چھٹی لینی ہو تو جو لڑکا لائق ہو اسے استاد کے پاس بھیجتے ہیں تا کہ وہ چھٹی مانگے۔ اس کی ایک وجہ ہوتی ہے اور وہ یہ کہ طالب علم سمجھتے ہیں کہ اگر ایسے لڑکوں نے چھٹی مانگی جو سکول کا کام

اچھی طرح نہیں کرتے تو استاد کہے گا کہ پڑھائی سے بچنے کے لئے چھٹی لیتے ہیں اور اگر لائق لڑکے مانگیں گے تو پھر ایسا خیال نہیں کیا جائے گا چونکہ استاد پہلے بھی ان پر خوش ہوتا ہے اس لئے رخصت دے دیگا۔ خدا تعالیٰ بھی اسی کی دعا قبول کرتا ہے جو اس کو راضی رکھتا ہے اسلئے فرمایا فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِیْ۔ میرے بندوں کو چاہیئے کہ اگر وہ اپنی دعاؤں کو قبول کروانا چاہتے ہیں تو میری باتیں مان لیا کریں۔ اگر یہ میرے احکام کو قبول کریں گے اور ان پر عمل کریں گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کی دعائیں قبول ہو جائیں گی خدا تعالیٰ نے اپنے آپ کو مومن کا ولی قرار دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔ دوست اسے نہیں کہتے جو ہر ایک بات مان لے بلکہ اسے کہتے ہیں جو کچھ مانے اور کچھ منوائے [1]۔ اللہ تعالیٰ اپنے آپ کو مؤمنوں کا ولی فرماتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بہت سی باتیں بندہ کی مَیں مان لیتا ہوں۔ اور بہت سی اسے ماننی چاہئیں۔ خدا فرماتا ہے کہ جو مجھے پکارتا ہے مَیں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔ مگر اس کے قبول ہونے کا طریق یہ ہے کہ وہ بھی میری باتیں قبول کرے۔ وہ میرے احکام کو مانے پھر اسے جو تکلیفیں اور مصیبتیں پیش آئیں گی ان کو مَیں دور کروں گا۔ گویا خدا تعالیٰ ایک عہد کرتا ہے کہ تم میری باتیں مانو مَیں تمہاری مانوں گا تو دعا کے قبول ہونے کا یہ پہلا گُر خدا تعالیٰ نے اس آیت میں بتا دیا ہے۔

دوسرا گر بھی اسی آیت میں ہے اور وہ یہ کہ فرمایا۔ وَلْيُؤْمِنُوْا بِیْ۔ اگر میرے بندے دعا قبول کروانا چاہتے ہیں تو اس کا دوسرا طریق یہ ہے کہ مجھ پر ایمان بھی لائیں۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ زائد الفاظ ہیں کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی تمام باتیں مانے گا ضرور ہے کہ وہ ایمان بھی لائے گا اور جو ایمان نہیں لائے گا وہ مانے گا بھی نہیں۔ مثلاً جو نماز پڑھے گا روزے رکھے گا۔ زکوٰۃ دے گا۔ حج کرے گا۔ وہ یونہی نہیں کرے گا اور نہ ہی رسمی طور پر۔ کیونکہ رسمی طور پر کرنے کی خدا تعالیٰ نے پہلے ہی نفی فرما دی ہے۔ کیونکہ پہلے یہ نہیں فرمایا کہ اگر تم شریعت کے حکموں پر عمل کرو گے تو مَیں

[1] حقیقۃ الوحی ص ۱۸۔

تمہاری دُعا قبول کروں گا۔ بلکہ لفظ ہی ایسا رکھا ہے جو شریعت پر عمل کرنا بھی ظاہر کر دیتا ہے۔ اور رسم کے طور پر عمل کرنے کا ردّ بھی کر دیتا ہے۔ یعنی استجابت۔ اس کے معنے ہیں کہ ایک طرف سے آواز آئے اور دوسرا اس کو قبول کر کے اس پر عمل کرے۔ نہ یہ کہ کسی کے اپنے نفس میں رحم اور سخاوت ہے تو وہ بھی اس کا مصداق ہو سکے اور نہ ہی رسمی یا عادت کے طور پر کوئی کام کرنا اس میں داخل ہو سکتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ جو میری آواز سُنے اور اس پر عمل کرے اس کی دعا قبول ہوگی۔ اس طرح ایک ناقص ایمان والا شخص جو رسمی طور پر شریعت کے احکام پر عمل کرتا ہے۔ یا ایک دہریہ جو یونہی لوگوں کے ڈر سے نماز پڑھ لیتا ہے۔ داخل نہیں ہو سکتا۔ پھر سوال ہوتا ہے کہ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ کے فرمانے کا کیا مطلب ہؤا۔ جب پہلے سے ہی یہ شرط موجود ہے کہ دعا اس وقت قبول ہوتی ہے جبکہ استجابت ہو۔ اور استجابت اس وقت ہوتی ہے جبکہ ایمان باللہ ہو تو پھر ایمان لانے کے کیا معنے۔ استجابت جب ایمان لانے کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی۔ تو پہلے ایمان ہونا چاہئیے۔ اور بعد میں استجابت نہ کہ پہلے استجابت اور بعد میں ایمان۔ اس صورت میں ایک ظاہر بین کو اختلاف نظر آتا ہے لیکن یہ بات غلط ہے۔

یہاں خدا تعالیٰ پر ایمان لانے سے اس کی شریعت پر ایمان لانا مراد نہیں ہے بلکہ دعا کے قبول ہونے کا ایک اَور گُر بتایا ہے جس کے نہ سمجھنے سے بہت سے لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہے اور ان کی دعائیں ردّ کی گئی ہیں وہ گُر یہ ہے کہ انسان شریعت کے تمام احکام پر عمل کرے اور دعائیں مانگے مگر ساتھ ہی اس بات پر ایمان بھی رکھے کہ خدا تعالیٰ دعائیں قبول کرتا ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ شریعت کے احکام پر بڑی پابندی سے عمل کرتے ہیں۔ ان کے دلوں میں خشیت اللہ بھی ہوتی ہے۔ بڑے خشوع وخضوع سے دعائیں بھی کرتے ہیں مگر پھر یہ کہتے ہیں کہ فلاں اتنا بڑا کام ہے اس کے متعلق دُعا کہاں سُنی جاسکتی ہے یا یہ کہتے ہیں کہ ہم گنہگار ہیں ہماری دُعا خدا کہاں سُنتا ہے اس قسم کا کوئی نہ کوئی خیال شیطان ان کے دل میں ڈال دیتا ہے جس سے ان کی دعا میں قبولیت نہیں رہتی۔ اس نقص سے بچنے کے لئے خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اس بات پر بھی ایمان رکھو کہ جب تم ہمارے احکام پر اچھی طرح

چلو گے تو مَیں تمہاری دعائیں قبُول کرلوں گا۔ جب یہ یقین ہو تو پھر دعا قبول ہوتی ہے لیکن اگر کوئی زبان سے دعا تو کرتا ہے لیکن اسے یقین نہیں کہ خدا اس کی دعا قبول کر لے گا تو کبھی اس کی دعا قبول نہ ہو سکے گی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ بندہ کے یقین پر دعا قبول کرتا ہے۔ اگر کسی کو یقین ہی نہ ہو تو لاکھ ماتھا رگڑے ناک گھساتے گھساتے دب جائے۔ حلق بیٹھ جائے کبھی دعا قبول نہیں ہوگی۔ کیونکہ جس کو خدا پر امید نہیں ہوتی۔ اس کی دعا وہ نہیں سنتا۔

فرماتا ہے۔ لَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ (یوسف:۸۸) اللہ کی رحمت سے کبھی ناامید نہ ہو۔ اللہ کی رحمت سے کوئی ناشکرا انسان ہی نا اُمید ہوتا ہے ورنہ جس نے اپنے اوپر خدا تعالیٰ کے اس قدر نشان دیکھے ہوں جن کو وہ گن بھی نہ سکتا ہو۔ وہ ایک منٹ کے لئے بھی یہ خیال نہیں کرسکتا کہ میرا فلاں کام خدا نہیں کرے گا۔ اور فلاں دعا قبول نہیں ہوگی۔ خواہ اس کی کیسی ہی خطرناک حالت ہو اور کیسی ہی مشکلات اور مصائب میں گھرا ہوا ہو۔ پھر بھی وہ یہی سمجھتا اور یہی یقین رکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے ایک ادنیٰ سے ادنیٰ اشارہ سے بھی یہ سب کچھ دور ہوسکتا ہے اور خدا ضرور دور کرے گا اور اگر اسے دعا کرتے کرتے بیس سال بھی گذر جائیں تو بھی یہی یقین رکھتا ہے کہ میری دعا ضائع نہیں جائے گی۔ اور اس وقت تک دعا کرنے سے باز نہیں رہتا جب تک کہ خدا تعالیٰ ہی منع نہ کر دے کہ اب یہ دعا مت کرو۔ گو اس کی دعا قبول نہ ہو لیکن آخر کار خدا تعالیٰ کے کلام کا شرف تو حاصل ہو گیا کہ خدا نے فرما دیا کہ اب دعا نہ مانگو۔ تو جب تک خدا تعالیٰ نہ کہے اس وقت تک دعا کرنے سے نہیں رکنا چاہیئے۔ دعا قبول نہ ہو تو بھی انسان کو یہ نہیں چاہیئے کہ وہ دعا کرنا چھوڑ دے۔ کیونکہ اگر اب قبول نہیں ہوئی تو پھر سہی پھر سہی دیکھو بعض اوقات جب بچہ ماں باپ سے پیسہ مانگتا ہے تو اسے نہیں بھی ملتا۔ لیکن اس کے بار بار کے اصرار پر مل ہی جاتا ہے اس طرح انسان کو کرنا چاہیئے۔ اگر ایک دفعہ دعا قبول نہ ہو تو دوسری دفعہ سہی۔ دوسری دفعہ نہ ہو تو تیسری دفعہ سہی۔ تیسری دفعہ نہ ہو تو چوتھی دفعہ سہی۔ حتیٰ کہ کبھی تو ہو ہی جائے گی۔ اس لئے مانگنے سے نہیں رکنا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے تھے کہ دو۲ قسم کے گداگر ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو دروازے

پر آکر مانگنے کے لئے جب آواز دیتے ہیں تو کچھ لئے بغیر نہیں ٹلتے۔ ان کو خرگدا کہتے ہیں اور دوسرے وہ جو آکر آواز دیتے ہیں۔ اگر کوئی دینے سے انکار کر دے تو اگلے دروازہ پر چلے جاتے ہیں۔ ان کو نرگدا کہتے ہیں۔ آپ فرماتے کہ انسان کو خدا تعالیٰ کے حضور نرگدا نہیں بننا چاہئیے۔ بلکہ خرگدا ہونا چاہئیے۔ اور اسوقت تک خدا کی درگاہ سے نہیں ہٹنا چاہئیے۔ جب تک کچھ مل نہ چکے۔ اس طرح کرنے سے اگر دعا قبول نہ بھی ہونی ہو تو خدا تعالیٰ کسی اور ذریعہ سے ہی نفع پہنچا دیتا ہے پس دوسرا گُر دعا کے قبول کروانے کا یہ ہے کہ انسان خرگدا بنے نہ کہ نرگدا۔ اور سمجھ لے کہ کچھ لے کر ہی ہٹنا ہے خواہ پچاس سال ہی کیوں نہ دعا کرتا رہے یہی یقین رکھے کہ خدا میری دعا ضرور سُنے گا۔ یہ خیال بھی اپنے دل میں نہ آنے دے کہ نہیں سُنے گا۔ اگرچہ جس کام یا مقصد کے لئے وہ دعا کرتا ہو وہ بظاہر ختم شدہ ہی کیوں نہ نظر آئے۔ پھر بھی دعا کرتا ہی جائے۔

لکھا ہے ایک بزرگ ہر روز دعا مانگا کرتے تھے۔ ایک دن جبکہ وہ دعا مانگ رہے تھے انکا ایک مرید آکر ان کے پاس بیٹھ گیا۔ اس وقت ان کو الہام ہوا جو اس مرید کو بھی سُنائی دیا۔ لیکن وہ ادب کی خاطر چپکا ہو رہا۔ اور اس کے متعلق کچھ نہ کہا۔ دوسرے دن پھر جب انہوں نے دعا مانگنی شروع کی تو وہی الہام ہوا جسے اس مرید نے بھی سُنا۔ اس دن بھی وہ چپ رہا۔ تیسرے دن پھر وہی الہام ہوا۔ اس دن اس سے نہ رہا گیا۔ اس لئے اس بزرگ کو کہنے لگا کہ آج تیسرا دن ہے کہ میں سنتا ہوں ہر روز آپ کو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں تمہاری دعا قبول نہیں کروں گا۔ جب خدا تعالیٰ نے یہ فرما دیا ہے تو پھر آپ کیوں کرتے ہیں۔ جانے دیں۔ انہوں نے کہا۔ نادان! تُو صرف تین دن خدا کی طرف سے یہ الہام سُنکر گھبرا گیا ہے اور کہتا ہے کہ جانے دو۔ دعا ہی نہ کرو۔ مگر مجھے تیس سال ہوئے ہیں یہی الہام سنتے لیکن مَیں نہیں گھبرایا۔ اور نہ نا امید ہوا ہوں۔ خدا تعالیٰ کا کام قبول کرنا ہے اور میرا کام دعا مانگنا۔ تو خواہ مخواہ دخل دینے والا کون ہے؟ وہ اپنا کام کر رہا ہے مَیں اپنا کر رہا ہوں۔ لکھا ہے دوسرے ہی دن الہام ہوا کہ تم نے تیس سال کے عرصہ میں جس قدر دعائیں کی تھیں ہم نے وہ سب قبول کر لی ہیں [1]۔ تو اللہ سے کبھی نا امید نہیں ہونا چاہئیے۔ نا امید ہونے

---

[1] یہ مضمون حدیث میں بھی بیان ہوا ہے کہ قبولیت دعا میں جلد بازی نہیں چاہئیے۔ (بخاری کتاب الدعوات باب یستجاب العبد مالم یستعجل)۔

والے پر اللہ تعالیٰ کا غضب بھڑک اُٹھتا ہے جو شخص ناامید ہوتا ہے وہ سوچے کہ کونسی کمی ہے۔ جو اس کے لئے خدا نے پوری نہیں کی۔ کیسے کیسے فضل اور کیسے کیسے انعام ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ پھر آئندہ ناامید ہونے کی کیا وجہ ہے۔

پس دعا مانگنے کا ایک طریق تو یہ ہے کہ انسان اپنے تمام اعمال کو شریعت کے مطابق کرے۔ کیوں؟ اس لئے کہ جس طرح ماں باپ بھی اسی بچے کی باتیں مانتے ہیں جو ان کی مانے۔ اور پوری پوری فرمانبرداری کرے۔ جو ان کی باتوں کی پرواہ نہیں کرتا اس کی باتوں کی وہ بھی نہیں کرتے۔ پھر استاد اسی لڑکے کی بات مانتا ہے جو محنتی اور اچھی طرح سبق یاد کرنے والا ہو۔ اسی طرح خدا تعالیٰ بھی اپنے فرمانبردار بندوں کی نافرمان بندوں سے زیادہ مانتا ہے۔

پس تم لوگ اوّل تو اپنے اعمال کو شریعت کے مطابق بناؤ اور دوسرے یہ کہ خدا کے فضل اور رحمت سے کبھی مایوس نہ ہو۔ بلکہ دعا کرتے وقت یہ پختہ یقین رکھو کہ خدا تعالیٰ تمہاری دعا ضرور سُنے گا۔ اور ضرور سنے گا اور اس وقت تک دعا کرتے رہو کہ خدا کی طرف سے یہ حکم نہ آجائے کہ اب یہ دعا مت مانگو۔ لیکن جب تک خدا تعالیٰ یہ کسی کو نہیں کہتا۔ بلکہ یہ کہتا ہے کہ مَیں تمہاری دعا قبول نہیں کرتا۔ اس وقت تک ہرگز ہرگز باز نہ رہو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا یہ کہنا کہ مَیں تمہاری دعا قبول نہیں کرتا۔ گویا اشارۃً یہ کہنا ہے کہ اے میرے بندے تو مانگتا جا۔ مَیں گو اس وقت قبول نہیں کرتا لیکن کسی وقت کر ضرور لوں گا۔ ورنہ اگر اس کہنے سے یہ مراد نہ ہوتی بلکہ دعا کرنے سے روکنا ہوتا تو خدا تعالیٰ یہ کہہ سکتا تھا کہ یہ دعا مت مانگ نہ یہ کہ مَیں نہیں مانوں گا۔ پس جب تک کان میں یہ الفاظ نہ پڑیں کہ ''یہ دعا مت مانگ'' اس کے مانگنے کی مَیں تمھیں اجازت نہیں دیتا۔'' اس وقت تک نہیں رکنا چاہیئے۔ اس طرح تو ان کو مطلع کیا جاتا ہے جنہیں الہام اور کشف کا رتبہ حاصل ہوتا ہے۔ اور جنہیں یہ نہ ہو ان کو اس بات سے متنفر کر دیا جاتا ہے جس کے متعلق وہ دعا کرتے ہیں۔

جن پر الہام اور وحی کا دروازہ کھلا ہوتا ہے ان کو تو خدا کہہ دیتا ہے کہ ایسا مت کرو۔ لیکن جن کے لئے نہیں ہوتا ان کے دل میں نفرت پیدا کر دی جاتی ہے۔ اس لئے وہ خود ہی اس دعا کے مانگنے سے باز رہ جاتے ہیں اس کا نام مایوسی نہیں بلکہ ان کا یہ تو یقین ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ ہمارا افلاں مقصد

پورا کر سکتا اور ہمیں فلاں چیز دے سکتا ہے لیکن ہم خود ہی اسے نہیں لینا چاہتے پس اگر کسی کے دل میں دعا مانگتے ہوئے اس چیز سے نفرت پیدا ہو جائے تو اسے بھی دعا کرنا چھوڑ دینا چاہیئے۔ ورنہ نہیں رکنا چاہیئے۔ خواہ قبولیت میں کتنا ہی عرصہ کیوں نہ لگ جائے۔ بعض دفعہ دعا کرتے کرتے کچھ ایسے سامان پیدا ہو جاتے ہیں کہ اگر دعا قبول ہو جائے تو اس سے شریعت کا کوئی حکم ٹوٹتا ہے۔ اس سے بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ وقت آ گیا ہے کہ اس دعا سے باز رہنا چاہیئے خدا تعالیٰ کے دعا کو قبول کرنے سے انکار کرنے کا یہ بھی ایک طریق ہے۔ یعنی بجائے قول کے خدا تعالیٰ کا فعل سامنے آ جاتا ہے۔ اس لئے اس کے کرنے سے رُک جانا چاہیئے تو دعا کرنے سے رکنے کے تین پہلو ہیں۔ اول یہ کہ الہام یا کشف ہو جائے کہ یہ دعا مت کرو۔ یا ہماری طرف سے اس کے کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ دومؔ یہ کہ جس مقصد کے حصول کے لئے دعا کی جائے اس سے نفرت پیدا ہو جائے۔ سومؔ یہ کہ جس بات کے لئے دعا کی جائے وہ شریعت کے محذورات کے ساتھ وابستہ ہو جائے۔ اگر ان تینوں حالتوں میں سے کوئی حالت بھی نہ ہو تو دعا کرنے سے کبھی نہیں رُکنا چاہیئے۔ اور کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ یہی سمجھنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے یہ جو مانگنے کا موقعہ دیا ہوُا ہے اس میں مانگتا ہی جاؤنگا تا کہ یہ ضائع نہ جائے۔ جب کوئی اسی طرح کرے گا تو ضرور ہے کہ خدا تعالیٰ اس کی دعا یا تو قبول کرلے گا۔ یا ان تینوں طریقوں میں سے کسی سے اُسے روک دیگا (ان تینوں کے علاوہ ابھی تک اور کوئی روک میری سمجھ میں نہیں آئی) لیکن اگر روک بھی دے تو کیا دعا مانگنے کا یہ تھوڑا فائدہ اور نفع ہے کہ خداوند تعالیٰ کے ساتھ مکالمہ ومخاطبہ کا شرف حاصل ہو گیا۔ اور خدا تعالیٰ نے اُسے اس قابل سمجھا کہ مخاطب کرے۔

آج مَیں دعا کے قبول ہونے کے صرف یہی دو ۲ طریق بتاتا ہوں۔ اور بھی ہیں مگر وقت تنگ ہو رہا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ نے توفیق دی تو اگلے جمعہ میں ان کو انشاءاللہ بیان کر دوں گا۔

(الفضل ۲۹ جولائی ۱۹۱۶ء)